

امام ابو یوسفؒ کا معاشی فکر

(جناب نجات اللہ، صدیقی صاحب، مسلم یونیورسٹی علیگر ۷۰)

[علم اقتصادیات میں مسلمان علماء کا کیا حصہ ہے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب آج ایک عام بڑھا بکھا شخص تو کجا علم اقتصادیات کے بیشتر اساتذہ بھی نہیں دے سکتے۔ ضرورت ہے کہ وہ حضرات جو جدید علم اقتصادیات اور مسلمان علماء و مفکرین کے علوم پر عبور رکھتے ہوں علم اقتصادیات میں مسلمان علماء و مفکرین کی کاوشوں کو پیش کریں۔ ذیل میں ہم معاصر زندگی رامپور کے شکرپے کے ساتھ اس کے جولائی اور اگست ۱۹۶۷ء کے شماروں سے ایک مضمون نقل کر رہے ہیں جو اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ ادارہ]

ایک مرتب اور منضبط علم کی حیثیت سے معاشیات کی عمر دوڑھائی سو برس سے زیادہ نہیں لیکن اس سے قبل بھی اجتماعی مسائل اور انتظامی امور پر لکھنے والوں میں اس بات کا شعور پایا جاتا تھا کہ زراعت، تجارت، صنعت و حرفت اور دوسرے معاشی امور کی تہ میں کچھ اصول کارفرما ہیں۔ اشیاء کے مبادلے اور زر کے استعمال سے پیدا ہونے والے مسائل پر بھی ایسی گفتگو تین ملتی ہیں جن سے متعلقہ اصولوں سے آگاہی کا پتہ چلتا ہے۔ البتہ ان معاشی مظاہر کے باقاعدہ تجزیے و تحلیل اور ان اصولوں کے تفصیلی مطالعہ کا رواج نسبتاً دیر میں ہوا۔ چنانچہ معاشی تجزیہ (Economic Analysis) کی ایسی تاریخیں مرتب کی جا چکی ہیں جو زمانہ قدیم اور قرون وسطیٰ کی تحریروں میں معاشی تجربے کے عمل کا سراغ لگاتی ہیں۔ اور ان معاشی اصولوں کی نشان دہی کرتی ہیں جن سے ان زمانوں کے مفکرین باخبر تھے۔ یہ اصول زیادہ تر فلسفیوں اور ان عملی افراد کی

تحریروں میں ملتے ہیں جنہوں نے سیاسی اور انتظامی امور پر بحث کی ہے اور اس بحث کے دوران معاشی حقائق پیش کیے ہیں یا معاشی تصورات (concepts) استعمال کیے ہیں۔

لیکن مغرب میں علوم کا ارتقاء جس مخصوص فضا میں ہوا ہے اس کے زیر اثر اور بری حد تک بے خبری کی وجہ سے بھی معاشی تجزیہ اور معاشی فکر کی تاریخوں میں مسلمان مفکرین کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ وراثت ہمالیکہ بیات ایک عام قاری کو بھی ہجرت میں مبتلا کر دینے کے لیے کافی ہے کہ مغربی تہذیب کے غلبے سے پہلے جو طرز زندگی صدیوں تک مہذب دنیا میں رائج رہا، اس کے زیر اثر ان قوموں میں معاشی فکر و تجزیہ کے باب میں کوئی قابل ذکر کام نہ ہو سکا ہو گا جو صنعت و حرفت، تجارت اور تنظیم مملکت کے باب میں بھی اس وقت دنیا میں سب سے آگے تھیں۔ ساتھ ہی یہ بات بھی کچھ کم قابل افسوس نہیں ہے کہ خود معاصر مسلمان مصنفین نے بھی مسلمانوں کے معاشی فکر اور مسلمان علماء و مفکرین کے یہاں معاشی تجزیہ کی تاریخ مرتب کرنے کی کوئی قابل ذکر کوشش نہیں کی ہے۔

معاشی تجزیہ سے ہماری مراد یہ ہے کہ ان قوتوں اور ان انسانی اعمال و رجحانات کا پتہ چلایا جائے جن کے تعامل کے نتیجے میں سطح زندگی پر نمایاں معاشی مظاہر وجود میں آتے ہیں یا ان اثرات و نتائج کی نشان دہی کی جائے جو کسی معاشی عمل یا اقدام سے متعلقہ افراد یا اداروں پر مرتب ہوتے ہیں۔ تجزیہ کا اطلاق اسباب و عوامل کی دریافت پر بھی ہوتا ہے اور اثرات و نتائج کی تحقیق پر بھی معاشی تجزیہ پھیلنا چاہیے اور مرکب معاشی امور کے پیچھے کام کرنے والی سادہ اور مفرد قوتوں کو دریافت کرنا ہے یا معاشی اعمال کے پیچیدہ اثرات کے مختلف اجزاء کو ایک دوسرے سے الگ کر کے دکھلانا ہے قیمتوں کے تعین کو طلب و رسد کے تعامل کا نتیجہ قرار دینا، پھر طلب کی تعین کرنے والے عوامل

لے واحد استثناء ابن خلدون کی ذات ہے جس کا ذکر ایک عالم عمرانیات اور مورخ کی حیثیت سے

شیمپٹیئر نے ضمناً کیا ہے مذکورہ بالا کتاب طبع آکسفورڈ یونیورسٹی پریس ۱۹۵۹ صفحات ۱۳۷ اور ۱۸۸، لیکن اس کے معاشی فکر و تجزیہ سے شیمپٹیئر بھی آگاہ نہیں ہے۔ دوسرے معروف مورخین معاشیات کسی مسلمان مفکر کا ذکر نہیں کرتے۔

— افراد کے ذوق اور ان کی ترجیحات، ان کی آمدنی وغیرہ — کی نشان دہی کرنا معاشی تجربے کی ایک مثال ہے۔ اس طرح کسی محصول کا تجزیہ یہ متعین کرے گا کہ اس کے اثرات محصول ادا کرنے والوں پر کیا پڑتے ہیں اور اس سے وصول کرنے والوں کو کیا حاصل ہوتا ہے، ان اثرات اور اس حاصل کا، محصول کی نوعیت اس کی شرح یا طریق تحصیل سے کیا تعلق ہے اور ان میں کوئی ترمیم ان اثرات و نتائج کو کس طرح متاثر کر سکتی ہے۔

معاشی فکر کا دائرہ زیادہ وسیع ہے، اس سے مراد وہ تمام افکار و خیالات ہیں جو معاشی امور سے متعلق ہوں۔ معاشی مسائل کے حل کے لیے کیے جانے والے اقدامات، اور معاشی بہبود کے لیے پیش کی جانے والی تجاویز اس کے دائرے میں شامل ہیں اور وہ تمام امور و محبت جن کا مطالعہ موجودہ علماء معاشیات معاشی پالیسی (ECONOMIC POLICY) کے عنوان کے تحت کرتے ہیں۔ کسی معاشی منظر کے پسندیدہ یا ناپسندیدہ ہونے یا کسی معاشی نتیجے کے مطلوب یا غیر مطلوب ہونے کی بابت ظاہر کیے جانے والے خیالات بھی معاشی فکر کے ترجمان ہوتے ہیں۔ مثلاً تجارت کے فوائد و عدم جواز و عدم جواز مروجہ محاصل کی خوبیوں یا خرابیوں، زرعی تعلقات اور زمین کے بندوبست اور بے روزگاری کے انسداد کی تدابیر ریچٹ و گفنگو کرنیوالوں کے افکار و خیالات معاشی فکر کی ترجمانی کریں گے۔

معاشی افکار کے مطالعہ سے ان کے پیچھے کام کرنے والی تجزیاتی بصیرت کا باآسانی پتہ لگایا جاسکتا ہے۔ ایک مفکر جب دو مختلف محاصل کا موازنہ کرتے ہوئے ایک کو دوسرے سے بہتر قرار دیتا ہے تو اس راستے کی بنیاد اس کے نزدیک وہ اثرات و نتائج ہوتے ہیں جو ادا کرنے والوں اور وصول کرنے والوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ کسی محصول کے اثرات و نتائج پر غور اس کے تجزیے میں شامل ہے۔ اور یہ بات کہ وہ مفکر کن اثرات کو زیادہ اہمیت دیتا ہے اور کون سے نتائج اسے زیادہ مطلوب ہیں، نیز یہ کہ اس کی نظر اثرات پر زیادہ ہے یا نتائج پر... اس کے معاشی فکر اور ان معاشی و سماجی قدروں کی نشان دہی کرتی ہے جنہیں اس کے نزدیک وزن

حاصل ہے۔

معاشی فکر کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی انسانی معاشرے کی لیکن معاشی تجزیہ و تحلیل کا، اس علم کے مستند مورخین کی رائے میں، فلاسفہ قدیم سے قبل کوئی پتہ نہیں ملتا، اگرچہ علماء یونان کے معاشی تجزیے کا معیار بہت اونچا نہیں ہے۔ پھر بھی انھیں اس باب میں شرفِ اولیت حاصل ہے۔ اس سلسلے میں سب سے نمایاں کا نام ارسطو ۳۸۴ قبل مسیح تا ۳۲۲ قبل مسیح، کا ہے۔ ارسطو کے تجزیاتی کام کی اہمیت اس سے زیادہ بڑھ جاتی ہے کہ اس بعد اسی بار صدیوں تک تجزیاتی کام نے کوئی قابل ذکر ترقی نہیں کی۔ سلطنتِ روم اور فرون وسطیٰ کے یورپ میں اس باب میں ایک غیر معمولی خلا ملتا ہے۔ ارسطو کے سات سو برس کے بعد سینٹ اگسٹائن (۳۵۴ء = ۴۳۰ء) کی تصانیف میں بھی معاشی امور کے تجزیہ کی کوئی خاص کوشش نہیں کی گئی ہے اور علم معاشیات کے مورخین کو ٹامس اگوٹیناس (۱۲۲۵ء - ۱۲۷۴ء) سے پہلے اس میدان میں کوئی قابل ذکر کام نہیں ملتا۔

جیسا کہ ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے، ایک مرتب اور منضبط علم کی شکل اختیار کرنے سے پہلے کے دور میں معاشی تجزیہ اور معاشی اصولوں کا پتہ اس دور کے معاشی مطالعہ اور معاشی امور پر کی جانے والی بحثوں کی تحلیل کے ذریعہ ہی لگایا جاسکتا ہے۔ ابتدائی اسلامی دور کے معاشی فکر کا اس انداز سے مطالعہ کافی نتیجہ خیز ہو سکتا ہے۔ یہ مطالعہ ہمیں یہ بتا سکتا ہے کہ اس دور میں معاشی مظاہر کو سمجھنے کی کس حد تک کوشش کی گئی تھی۔ معاشی مسائل کو حل کرنے اور معاشی امور سے متعلق قوانین بنانے میں کیا رہنما اصول سامنے رکھے گئے تھے اور جو حل اختیار کیے گئے یا جو قوانین بنائے گئے وہ متعلقہ امور و مسائل سے کس حد تک آگاہی ظاہر کرتے ہیں۔

اس مطالعہ میں ہمارا نقطہ آغاز قدرتی طور پر رسالتِ مآب کا دور ہوگا۔ آپ کے ارشاد فیصلوں اور اجتماعی امور و مسائل میں آپ کی پالیسی کا اگر مطالعہ آپ کے معاشی فکر اور معاشی

۱۔ شمسیہ: بحوالہ بالا صفحہ ۵۲

۲۔ شمسیہ: بحوالہ بالا صفحہ ۶۰

مظاہر کے فہم پر کافی روشنی ڈال سکتا ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام کے دور کے آثار کی تحلیل بالخصوص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی معاشی پالیسی کے جائزے سے بھی منہد نکات سامنے آئیں گے۔ اسلامی فقہ کی تدوین کا دور اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ متعدد معاشی امور وسائل پر اسلامی قوانین و ضوابط کے استنباط سے متعلق بحثیں یقیناً بحث میں حصہ لینے والوں کے معاشی فکر اور ان کی تجزیاتی رسائی کا پتہ چلانے کا اچھا ذریعہ ثابت ہوں گی۔ اس دور کے بعد جو اکابر مفکرین اور علماء گزرے ہیں ان کی بہت سی تصانیف محفوظ ہیں جو ان کے معاشی فکر کے مطالعہ کی بنیاد بن سکتی ہیں۔ دوسری صدی ہجری سے نویں صدی ہجری تک متعدد ایسے علماء و مفکرین گزرے ہیں جن کی تصانیف میں معاشی بحثیں بھی ملتی ہیں۔ اس ضمن میں قاضی ابو یوسف، مسکویہ، ماوردی، ابن حزم، غزالی، رازی، ابن تیمیہ اور ابن خلدون کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ ان علماء کے معاشی افکار کا جائزہ ایسے تجزیاتی نکات سامنے لاتے گا جو ان کے صدیوں بعد مرتب ہونے والے علم معاشیات کے معیاروں کے مطابق بلند پایہ قرار پائیں لیکن ہمارا یہ خیال ضرور ہے کہ یہ مطالعہ علمی اعتبار سے مفید نتائج سامنے لاتے گا۔ نہ صرف یہ کہ اس کے اسلامی تہذیب و تمدن کے ایک ایسے پہلو پر روشنی پڑے گی جس کی طرف اب تک بہت کم توجہ کی گئی ہے بلکہ یہ مطالعہ معاشی فکر و تجزیے کی تاریخوں کے اندر اس خلا کو پُر کرنے کے لیے بھی ضروری ہے جو ہمیں متداول کتابوں میں ملتا ہے۔ کیوں کہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ آٹھویں صدی عیسوی سے تیرھویں صدی عیسوی تک کا زمانہ جسے شہید تیر نے معاشی تجزیے کی تاریخ کے نقطہ نظر سے ایک عظیم خلا قرار دیا ہے۔ بعینہ وہ دور ہے جس میں مسلمان علماء و مفکرین نے اس میدان میں قابل ذکر کارنامے انجام دیئے ہیں۔

اس مختصر مقالے میں ہم نہ اس مطالعہ کا حق ادا کر سکتے ہیں نہ ہم نے اس کو اس کے قدرتی نقطہ آغاز سے شروع کرنے کی کوشش کی ہے اور اس سلسلے میں چند باتیں صرف اس

ییسے کہی گئی ہیں کہ معاشیات اور اسلام کے طالب علم اس موضوع کی طرف توجہ کریں۔ ہم نے اس مقالے کے لیے مذکورہ بالا علماء و مفکرین میں سے ایک نمایاں شخصیت کا انتخاب کیا ہے جب بھی اسلام میں معاشی فکر و تجزیے کی کوئی تاریخ مرتب کی جائے گی۔ امام ابو حنیفہ کے شاگرد خاص اور خلیفہ ہارون الرشید کے قاضی القضاة ابو یوسف یعقوب ابن ابراہیم (۱۱۳ھ - ۱۸۲ھ / ۶۷۳-۶۹۸ء) کو اس میں ایک نمایاں مقام حاصل ہوگا۔ ان کی مشہور تصنیف "کتاب الخراج" ان کے معاشی فکر کا آئینہ ہے اور اسی کو ہم نے اس مطالعہ کی بنیاد بنایا ہے۔ چونکہ ہمارے سامنے اسلام میں معاشی فکر و تجزیے کی تاریخ کو اس کے قدرتی نقطہ آغاز سے شروع کرنے اور اس پر مفصل بحث کرنے کا کام نہیں ہے اس لیے بہت سے ایسے نکات جن کا تہیدی طور پر ذکر مفید ہوتا ہے ہم نے پیش نہیں کیے ہیں۔

قاضی ابو یوسف سلطنت بنو امیہ کے آخری زمانہ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے شہسوار میں حکومت بنو عباس کے ہاتھوں میں آگئی اور جب پختہ عمر کو پہنچے تو عباسی حکومت کو پورا استحکام حاصل ہو چکا تھا۔ آخری سترہ سال عباسی سلطنت کے دار الخلافہ بغداد میں گزرے۔ یہ زمانہ عباسی سلطنت کے انتہائی عروج کا زمانہ تھا۔ اس کے حدود مشرق میں سرحد چین اور وادی سندھ تک، مغرب میں لیبیا کے صحراؤں تک، شمال میں دریائے سیحون اور کوہ قفقاز تک اور جنوب میں یمن اور وسط افریقہ تک پھیلے ہوئے تھے۔ اس زمانے میں یہ دنیا کی سب سے طاقتور سلطنت تھی۔ اس کے خارجی تعلقات یورپ اور ہندوستان سے بھی تھے۔ ہارون الرشید اور حکومت

لے قاضی صاحب کی دوسری مطبوعہ تصانیف: کتاب الآثار، کتاب اختلاف ابی حنیفہ اور ابن ابی سیلی، اور کتاب الرد علی سیرالذرائعی بھی ہمارے سامنے ہیں۔ لیکن ان میں اس نوعیت کی بحثیں نہیں ملتیں جن کا جائزہ ہمارے لیے مفید ہو۔ البتہ قانونی مسائل پر قاضی صاحب کی بہت سی رائیں ضمنی فقہاء کتابوں میں نقل کی گئی ہیں جن کا جائزہ ان کے معاشی فکر اور تجرباتی بصیرت پر مزید روشنی ڈال سکتا ہے۔ لیکن اس مقالہ کی تیاری میں ان رائیوں کو سامنے نہیں رکھا جاسکا۔

۱۷۰ھ-۱۹۳ھ/۶۸۶-۸۰۹ء کے دربار میں ان ممالک کے حکمرانوں نے گراں بہا تحائف بھیجے تھے۔ اس حکومت میں اسلامی فقہ کو، جو اس زمانے میں قرآن و سنت کی روشنی میں مصالح اور عرف کو سامنے رکھتے ہوئے مرتب کی جا رہی تھی، قانون ملکی کی حیثیت حاصل تھی۔

معاشی اعتبار سے یہ دور فرانچی اور خوش حالی کا دور تھا۔ وادی نیل، دوا بے و جبلہ و فرات اور شام جیسے زرخیز علاقوں کی وافر پیداوار کے سبب غلے اور پھل ارزاں اور فراوان تھے۔ بغدادیہ خلیفہ منصور نے ۲۶-۲۵ھ (۶۳-۶۶۲ء) میں از سر نو آباد کیا تھا عالمی تجارت کا مرکز بنا ہوا تھا اور دریائے و جبلہ میں، جس کے دونوں کناروں پر یہ شہر آباد تھا، ہر ملک کے جہاز نظر آتے تھے۔ بغداد کے بازاروں میں چین سے ریشم، مشک اور برتن، ہندوستان اور ملایا سے مسائے، رنگ اور معدنی اشیاء، وسط ایشیا سے کپڑے، غلام پیرے اور جواہرات، روس اور اسکیڈینیویا سے شہد موم، سمور اور غلام، اور مشرقی افریقہ سے سونا، پانچھی و انت اور سیاہ خام غلام لاتے جاتے تھے۔ خود سلطنت کے مختلف صوبوں سے وہاں کی مقامی پیداوار بغداد کے بازاروں میں آتی تھی بغداد سے متعدد خام اشیاء اور مصنوعات اور دوسرے ممالک سے درآمد کردہ مال یورپ اور افریقہ کو برآمد بھی کیے جاتے تھے۔

بارون الرشید کے زمانے میں بغداد کی آبادی سات لاکھ اور سلطنت کی سالانہ آمدنی جو خراج، جزیہ، فے اور محاصل جنگی سے ہوتی تھی پچاس کروڑ درہم سے زیادہ تھی۔ عشر ذکوۃ کی آمدنی جس کے مسارف مستحق تھے، اس کے علاوہ تھی۔ بغداد میں اشیاء ضرورت کے نرخ ارزاں تھے، عوام کی معاشی حالت اچھی تھی اور انھیں ایک معقول معیار زندگی ملتی تھی۔

بغداد اس زمانے میں اسلامی علوم کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت اور عربی ادب، نحو اور لغت کے بڑے بڑے ائمہ جو آگے چل کر ان علوم میں مستقل مکاتب فکر کے بانی قرار پائے اپنی سرگرمیوں اور درس و تدریس سے بغداد کی علمی فضا کو معمور کیے ہوتے تھے۔

قاضی ابو یوسف ایک غریب خاندان کے فرد تھے۔ کم عمری ہی میں کسب معاش پر مجبور ہوتے

لیکن پھر ان کو علم حاصل کرنے کا شوق مشہور فقہیہ قاضی ابن ابی علی کے حلقہ درس میں لایا کچھ عرصہ اس میں شریک رہنے کے بعد امام ابو حنیفہ کی شاگردی اختیار کی اور امام صاحب کی وفات تک ان سے استفادہ کرتے رہے۔ آپ کا علم اور قانونی نقطہ نظر زیادہ تر امام ابو حنیفہ کی تربیت کا فیض یافتہ ہے، اگرچہ آپ نے اپنے دور کے دوسرے اساتذہ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ جلد ہی آپ کی علمی شخصیت بالخصوص فقہ کے میدان میں اپنے دوسرے معاصرین سے ممتاز ہو کر ابھری اور آپ اسلامی قانون کے ایک صاحبِ اجتہاد ماہر کی حیثیت نمایاں ہوئے۔ آپ کو امام ابو حنیفہ کے بعد حنفی مکتب فقہ کا سب سے بڑا معمار قرار دیا گیا ہے۔ فقہ میں آپ نے چند کتابیں تصنیف کی تھیں جن میں سے چند اب بھی محفوظ ہیں۔

تیسرے عباسی خلیفہ مہدی نے امام ابو یوسف کو مشرقی بغداد کا قاضی مقرر کیا۔ چوتھے خلیفہ ہادی نے آپ کو پورے بغداد کا قاضی بنا دیا اور اس کے بعد جب ہارون الرشید خلیفہ ہوا تو اس نے آپ کو قاضی القضاة (چیف جسٹس) کا عہدہ دیا۔ جس پر اپنی وفات تک فائز رہے۔ پوری عیاشی سلطنت میں مجوں کا تفرار آپ کے مشورے سے عمل میں آتا تھا۔ آپ کے علم و بصیرت کے پیش نظر خلیفہ اہم سیاسی انتظامی اور مالی امور میں بھی آپ سے مشورہ کر لیا کرتا تھا۔

ہارون الرشید نے رعایا کی فلاح کے لیے کام کرنے اور شریعت کے مطابق عدل کے کتاب الخراج | ساتھ حکومت کرنے کا ارادہ کیا اور اس سلسلے میں قاضی ابو یوسف سے رہنمائی چاہی۔ اس نے مختلف انتظامی اور مالی امور سے متعلق سوالات کیے۔ بالخصوص محاصل کے باب میں شریعت کے ضوابط و ریافت کیے۔ قاضی صاحب نے کافی محنت اور توجہ سے ان سوالات کا جواب دیتے ہوئے ایک جامع اور مفصل یادداشت مرتب کر دی یہی تحریر بعد میں کتاب الخراج کے نام سے مشہور ہوئی۔

خراج کے موضوع پر دوسری اور تیسری صدی ہجری میں متعدد کتابیں مرتب کی گئی تھیں جن میں سے چند اب بھی محفوظ ہیں۔ خراج کے لفظی معنی ٹیکس کے ہیں۔ اگرچہ اس کا اطلاق زیادہ تر زمین کے محصول پر ہوتا ہے، لیکن ابن آدم القرظی، کتاب الخراج۔ قدام بن جعفر بن قدام الخراج وصنعة الكتابة۔ ابو عبد القاسم بن سلام، کتاب الاموال اور قاضی ابو یوسف کی کتاب الخراج۔

ہے۔ فقہاء اسلام نے اسے نسبتاً وسیع تر مفہوم میں استعمال کیا ہے جس کے دائرے میں قے اور غنیمت کی آمدنی، جزیرہ، محاصل اور جنگی اور زمین کے محاصل بھی آجاتے ہیں۔ خراج پر اکثر تصانیف میں ان محاصل کے علاوہ دوسرے مالی امور اور متعلقہ انتظامی امور سے بھی بحث کی گئی ہے۔ قاضی ابو یوسف کی "کتاب الخراج" میں مذکورہ بالا امور کے علاوہ قوانین جنگ و صلح، فوجداری قوانین، حکمراں اور افسران حکومت کی ذمہ داریاں، رعایا کے فرائض، فلاح عامہ سے متعلق امور ذمہ، معاہدہ، مناسن، حربی، فرزند اور باغی افراد سے متعلق احکام، مجکمہ ڈاک اور خبر رسانی وغیرہ بھی زیر بحث آئے ہیں۔ زمینوں، چراگا ہوں، چشموں اور نہروں سے متعلق مسائل پر بھی گفتگو کی گئی ہے اور ضمناً بیع سے متعلق بعض مسائل پر بھی بحث کی گئی ہے۔ ان مباحث کے ضمن میں بہت سی تاریخی معلومات بھی فراہم کر دی گئی ہیں۔

اس مقالہ میں ہم اس کتاب کی روشنی میں امام ابو یوسف کے معاشی فکر بالخصوص ان تجزیاتی نکات کا جائزہ لیں گے جو ان کے معاشی فکر میں ملتے ہیں۔ ان مباحث کا مطالعہ کرتے وقت قاری کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ جس زمانے میں یہ کتاب لکھی گئی تھی معاشیات کا علم وجود میں نہیں آیا تھا اس کی تصنیف کا زمانہ آدم اسمتھ کی دولت اقوام (WEALTH OF NATIONS) سے ایک ہزار سال پہلے ہے، اور قرون وسطیٰ کے معاشی فکر کا سب سے بڑے نمائندہ ٹامس اکویناس ابو یوسف کے پانچ سو برس بعد پیدا ہوا تھا۔ ارسطو اور دوسرے یونانی علماء کی کتابیں اس وقت تک عربی میں منتقل نہیں ہوئی تھیں اور عرب علماء ان کے تجزیاتی کام سے ناواقف تھے۔

چونکہ امام ابو یوسف کے تجزیاتی نکات یا کسی خاص موضوع پر ان کے فکر کا جائزہ لینے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ان کی کتاب کی متعلقہ عبارتیں نقل کی جائیں لہذا اس مختصر مقالہ میں ان کی معاشی فکر کا مکمل جائزہ لینے کی گنجائش نہیں ہے۔ ہم اپنے مطالعہ کو صرف دو تین موضوعات تک محدود رکھیں گے۔ اور ان کے ضمن میں بھی صرف ضروری اقتباسات پر اکتفا کریں گے۔ (باقی)

۱۔ اس کتاب کا ترجمہ فرانسیسی، روسی اور ترکی زبانوں میں ہو چکا ہے۔ اطالوی میں اس کی تخریص شائع ہو چکی ہے۔ اردو میں اس کا ترجمہ جلد ہی شائع ہونے والا ہے۔ ۲۔ ۱۷۷۶ء میں شائع ہوئی۔